السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرا سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ اسلامی بینکاری حلال اور درست ہے اور اس کی اساس (BASE) کیا ہے؟ جواب دے کر مشکور ہوں۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مروجہ اسلامی بینکاری کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے اہل علم کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض جواز کے قائل ہیں تو بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔ جواز کا فتوی دینے والوں میں مولانا تقی عثمانی صاحب پیش پیش ہیں تو عدم جواز کا فتوی دینے والوں میں مولانا سلیم اللہ خان صاحب سب سے مقدم ہیں۔ لیکن فریقین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری اسلام کے اصول تجارت کے منافی ہے اور اسے اسلامی نہیں کہا جا سکتا۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اسلام کی طرف منسوب "بینکاری نظام" کو ہم خالص غیر اسلامی نظام سمجھتے ہیں، بلکہ بعض حیثیتوں سے اس نظام کو روایتی بینکاری نظام سے زیادہ خطرناک اور ناجائز سمجھتے ہیں، اس نظام کو غیر اسلامی کہنے کی دو بنیادی وجہیں ہیں:

۱...مروجہ اسلامی بینک مجوزہ اسلامی طریقہ کار پر کاربند نہیں۔

۲...جو مجوزہ طریقہ کار برائے تمویل طے پایا تھا، وہ طریقہ بھی شرعی اعتبار سے کئی نقائص کا حامل ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

پہلی وجہ

مروجہ اسلامی بینکاری کے مجوزین نے جو فقہی بنیادیں، مروجہ اسلامی بینکاری کے لئے مسلم بینکاروں کو فراہم کی تھیں اور جن شرائط کے ساتھ فراہم کی گئی تھیں' عملی طور پر مروجہ بینکاری نظام فراہم کردہ بنیادوں پر نہیں چل رہا، بلکہ ان اسلامی بنیادوں کو ان کے مطلوبہ معیارات پر بھی استعمال نہیں کیا جا رہا، جس کے نتیجہ میں مروجہ اسلامی بینکاری، روایتی بینکاری سے اپنا جداگانہ اسلامی تشخص قائم کرنے میں شروع سے ناکام چلی آ رہی ہے اور ایسے نازک طریقوں پر پیش قدمی کر رہی ہے کہ جن طریقوں پر چلتے ہوئے اسلامی بینکاری روایتی بینکاری سے قطعاً ممتاز نہیں ہو سکتی، جس کی وجہ سے آخری نتیجہ مادی طور پر سودی معاملات سے مختلف نہیں ہو رہا۔ اس پر تین ناقابل تردید شہادتیں ملاحظہ ہوں:

پہلی شہادت

مروجہ اسلامی بینکوں کے مجوزین علماء کرام اور مروجہ اسلامی بینکاری سے وابستہ حضرات یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اسلامی بینکاری کی حقیقی اور اصلی بنیادیں "شرکت اور مضاربت" ہیں اور مروجہ "مرابحہ واجارہ" محض حیلے ہیں، جنھیں محدود وقت اور عبوری دور کے لئے مشروط طور پر جائز اور قابل عمل قرار دیا گیا تھا، مروجہ "مرابحہ واجارہ" بالاتفاق اسلامی بینکاری کی مستقل مثالی بنیادیں ہرگز نہیں ہیں، بلکہ انہیں مستقل بنیاد بنانا بھی سودی حیلہ ہونے کی بناء پر ناجائز اور خلاف شرع ہے، مگر اس کے باوجود ہمارے بینکار حضرات "شرکت ومضاربت" کی بجائے مروجہ "اجارہ ومرابحہ" پر جم کر بیٹھ چکے ہیں اور ان کے خطرناک ہونے اور سودی حیلہ ہونے اور روایتی معیارات کے فریم ورک میں استعمال ہونے' نیز مادی طور پر سودی معاملہ ہونے کے باوجود ان حیلوں کو ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں، کیونکہ مروجہ "اجارہ ومرابحہ" کو روایتی معیارات کے فریم ورک میں استعمال کرنے سے بعینہ روایتی بینکاری کی شکل وصورت اور خاصیت وافادیت کا نتیجہ برآمد ہوتا ہے' جو ہر بینکار کے لئے قابل قبول ہے' اس کے مقابلہ میں "شرکت ومضاربت" کا عنصر اسلامی بینکوں میں قلیل کالعدوم کے درجہ میں ہے اور نفع ونقصان میں شرکت کے اسلامی اصولوں کی وجہ سے شرکت ومضاربت مروجہ بینکوں کے لئے کسی قسم کی دلچسپی کا ذریعہ نہیں ہیں' اس لئے، بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری اپنی فراہم کردہ اصل بنیادوں سے ایسی ہٹی ہوئی ہے کہ اس کا اصل بنیادوں کی طرف بڑھنا "محال" کے درجہ میں صاف نظر آ رہا ہے۔ کیونکہ اسلامی بینک کی حقیقی بنیادیں ایک طرف جب کہ مروجہ اسلامی بینکاری کا رُخ مخالف سمت میں ہے۔

دوسری شہادت:

یہی وجہ ہے کہ اسلامی بینکاری کے پشتیباں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب جن کے فتویٰ اور شخصیت پر اس سلسلہ میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ اس بینکاری نظام سے سخت نالاں اور مایوس ہیں جس کا اظہار انہوں نے مختلف تحریروں اور بیانات میں فرمایا ہے، انہی مایوسیوں کے نتیجہ میں وہ اس نظام سے رفتہ رفتہ دور ہونے کا عندیہ بھی دے رہے ہیں اور برملا یہ ارشاد بھی فرما چکے ہیں کہ "مروجہ اسلامی بینکاری کا پہیہ اب الٹا چلنے لگا ہے"۔

مولانا کے اس بیان کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں بیان کیا جا سکتا کہ مروجہ اسلامی بینکاری کو شروع سے غیر اسلامی کہنے والے حضرات کے خدشات اور اندیشے تو بالکل درست ہی ہیں' اس پر مستزاد یہ کہ جو حضرات ان

بینکوں کی بہتری اور اسلام سے ہم آہنگ ہونے کی توقع کر رہے تھے اور اسلامی بینکاری سے نیک خواہشات وابستہ کئے ہوئے تھے، وہ بھی اس کی بہتری اور اسلام سے ہم آہنگی کا تصور اب محض ایک ادھورا خواب سمجھنے پر مجبور ہو رہے ہیں، اگر مروجہ اسلامی بینک اپنے مجوزہ مطلوبہ شرعی معیار پر کام کر رہے ہوتے تو ہمارے ان بزرگوں کو مایوسیوں کا سامنا ہوتا، نہ ہمارے بینکار حضرات کو ان کے شکوے سننے پڑتے۔

تیسری شہادت :

ان لاتعداد عوام الناس اور دانشوروں کی ہے جنہوں نے روایتی اور مروجہ اسلامی دونوں بینکوں سے اپنے معاملات رکھے، مگر وہ کسی بھی طور پر دونوں کے درمیان کوئی ادنٰی سے ادنٰی فرق بھی تلاش بسیار کے باوجود محسوس نہیں کر پائے' حالانکہ اس طبقہ میں ایک عام اکاؤنٹ ہولڈر سے لے کر بڑے سے بڑے اقتصادی ماہرین اور نامور بینکار حضرات تک بھی شامل ہیں' جن کے بارے میں بلاخوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بینکاری نظام، اس کی باریکیوں اور اکائیوں سے اتنی گہرائی اور گیرائی کا تعلق رکھتے ہیں کہ اس میدان میں ان کی معلومات کا پہلا زینہ ہمارے جدید اسلامی بینکاروں کی آخری منزل کے بعد شروع ہوتا ہے، ان ماہرین نے بینکاری نظام، صرف رسائل وجرائد یا اسباق ودروس کے ذریعہ نہیں سیکھا، بلکہ ان کی زندگی کا کارآمد عرصہ ان بینکوں میں گذرا ہے' اس کے باوجود انہیں روایتی اور اسلامی بینکوں کے درمیان چند اسلامی اصطلاحوں کے علاوہ کوئی فرق محسوس نہیں ہوسکا، جو اس بات پر شہادت ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کا عملی طریقہ کار' فراہم کردہ اسلامی بنیادوں کی بجائے روایتی بینکوں کے سرمایہ کاری کے طریقوں پر چل رہا ہے' اس لئے روایتی اور اسلامی بینکوں میں صرف چند اصطلاحوں کا لفظی فرق ہے، عملی طریقہ کار اور اہداف واغراض میں دونوں یکساں ہیں۔

دوسری وجہ :

مروجہ اسلامی بینکاری کو خلاف اسلام کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کے لئے فراہم کردہ بنیادیں بھی بایں طور سقم سے خالی نہیں کہ ان بنیادوں کی تطبیق، تشریح، تعبیر، استدلال اور طرز استدلال میں مروجہ بینکاری کے مجوزین حضرات نے شرعی اعتبار سے خطرناک قسم کی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ مثلاً :

۱...ان حضرات کے استدلال اور طرز استدلال میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ بینکاری کے لئے مفید تجارتی شکلوں کو اسلامائز کرنے کے لئے کئی فقہی اصطلاحوں میں قطع وبرید کی گئی ہے، خلاف ضابطہ ضعیف اور مرجوح اقوال پر اعتماد دوانحصار کیا گیا ہے، ایک ہی معاملہ میں شرعی تقاضے پورے کئے بغیر مذہب غیر کی طرف جانے کی روش کو مباح سمجھا گیا، جوکہ تمام مذاہب کے ہاں تلفیق محرّم (مختلف اقوال کو ملانے کی حرمت) ہوکر بالاجماع باطل ہے، اسی طرح حسبِ منشاء کسی تجارتی شکل کو اسلامی شکل ثابت کرنے کے لئے اور اسلامی لبادہ پہنانے کیلئے صحیح، صریح اور واضح شرعی احکام سے عمداً صرف نظر کرتے ہوئے، دور از کار تاویل در تاویل کا طریقہ کار اختیار فرمایا گیا۔ جسے علماء شریعت نے، شریعت کی توہین، تعطیل اور شرعی احکام کا مذاق قرار دیا ہے' کیونکہ یہ طرز عمل تاویل فاسد کے زمرے میں آتا ہے۔

۲...بینکوں میں رائج کردہ "مرابحہ واجارہ" محض حیلے ہیں، یہ اسلامی تمویلی طریقے بالاتفاق نہیں' اس کے باوجود ان حیلوں کو مستقل نظام بنانا' ناجائز ہے۔ ایسے حیلوں کے ذریعے انجام پانے والا معاملہ بھی ناجائز ہی کہلاتا ہے۔ جیسے امام محمد ﷺ کے ہاں "بیع عینہ" کا حیلہ ناجائز ہے' اسی طرح مروجہ "مرابحہ واجارہ" کے حیلے اور ان کو ذریعہ تمویل بنانا بھی ناجائز ہے۔ اسلامی بینکاری کے مجوزین نے اس طرح کے واضح احکام کو تاویل در تاویل کے ذریعے نظر انداز فرمایا' جبکہ دوسری طرف اسلامی بینکوں کے مالی جرمانہ کے جواز کے لئے ابن دینار مالکی رحمہ اللہ کے مرجوح متروک کالمعدوم قول پر اعتماد کیا گیا' حالانکہ اس قول پر عمل کرنا شرعاً واصولاً جائز بھی نہیں تھا، مگر اسلامی بینکاری کے مجوزین نے ان شرعی اصولی نزاکتوں سے قصداً چشم پوشی فرمائی ہے' ورنہ یہ واضح احکام ان سے ہرگز پوشیدہ نہیں تھے۔

۳...مروجہ اسلامی بینکوں میں رائج "مرابحہ" اور "مرابحہ فقہیہ" میں کوئی مماثلت نہیں، مرابحہ فقہیہ میں ابتدا سے قیمت وثمن کا متعین ہوکر ذمے میں آنا اور لاگت کا یقینی علم اور وجود ضروری ہے' جبکہ بنکوں میں رائج مرابحہ میں بینک ثمن کی ادائیگی پہلے نہیں کرتا یا لاگت کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے مرابحہ بنوکیہ، اصطلاحی مرابحہ تو درکنار، عام کسی بیع کے تحت بھی نہیں آتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے معاملہ کو "مرابحہ" کا نام دینا شرعاً خیانت کہلاتا ہے اور ناجائز شمار ہوتا ہے، مگر مروجہ اسلامی بینکاری میں اسی خیانت کو مرابحہ کے نام سے رواج دیا گیا ہے۔

۴...مروجہ اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ میں بینک کا کاغذی معاہدہ جس پر پیشگی دستخط ہوچکے ہیں وہی اصل ہے اس کے بعد وکالت کے مختلف مراحل شرعی اعتبار سے وکالت ہرگز نہیں بن سکتے بلکہ لین دین کی ذمہ داری ایک شخص کے گرد گھومنے کی وجہ سے صراحتًا وکالت فاسدہ ہے۔ اس لئے وکالت کا یہ طریقہ کار شرعاً محض کاغذوں کی لکیریں اور لفظی ہیرا پھیری ہے۔ حقیقت میں ایک ہی فرد بائع اور مشتری بن رہا ہے جوکہ صراحتاً خلاف شرع ہے۔ اس مرابحہ کا شرعی اصطلاحی مرابحہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس مرابحہ بنوکیہ خالصتاً سودی حیلہ ہے۔ اور ان بینکوں کا نفع "ربح" نہیں "ربوٰ" ہے۔

۵...مروجہ "اجارہ" میں عاقدین کا بنیادی مقصد "اجارہ" کا معاملہ نہیں ہوتا بلکہ خریداری کا معاملہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ قاعدہ وقانون کی رو سے حکم، اصل مقصد (بیع) پر ہی لگے گا نہ کہ الفاظ (اجارہ) پر' اس سے اس معاملہ کو اگر بیع کہا جائے تو یہ بیع مشروط بالاجارہ ہے جوکہ خلاف شریعت ہے۔

۶...مروجہ اجارہ میں اجرت کی شرح کی تعیین اور تناسب کے لئے روایتی سود کی شرح کو معیار بنانا ہی بنیادی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ یہ سودی معاملات کے ساتھ اولاً مشابہت، ثانیاً اشتباہ بھی ہے۔ دوسرے یہ کہ روایتی سود کی شرح مختلف اوقات میں بدلتی رہتی ہے یا افراط زر کی وجہ سے کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ ایسا اجارہ جس میں اُجرت کی شرح وتناسب یقینی طور پر پیشگی معلوم نہ ہو' وہ ناجائز ہوتا ہے۔ مگر ہمارے اسلامی بینکار حسب عادت یہاں بھی اصل احکام کو چھوڑ کر خلاف شریعت طریقوں کو شرعی جواز فراہم کرنے کی تگ ودو میں لگے ہوئے ہیں۔

۷...اسی طرح مروجہ اجارہ یا کسی بھی عقد میں قسطوں کی ادائیگی یا تاخیر کی صورت میں گاہک سے اجباری صدقہ کروانا اور لینا دونوں شرعاً، عرفاً، قانوناً اور عقلاً صدقہ نہیں بلکہ جرمانہ ہے جوکہ بلاشبہ ناجائز ہے اور خالص سودی ہے، بلکہ جس فقہی عبارت سے بعض اہل علم نے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے خود اسی عبارت سے اس جرمانے کا صریح سود ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ صدقہ بینک کے مقاصد کے لئے بینک کی شرائط اور ترجیحات کی لازمی رعایت کے ساتھ اس کے مجبور کرنے پر گاہک کو بینک کے لئے ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس مسئلے میں بھی مروجہ اسلامی بینکاری کے مجوزین کو سہواً یا عمداً بہت بڑا مغالطہ لگا ہے کہ انہوں نے بینک کی ایک غیر شرعی ضرورت کو شرعی ثابت فرمانے کے لئے بہت دور کی بات بہت دور سے ثابت فرمانے کی کوشش فرمائی ہے جس کی بالکل گنجائش نہیں تھی، حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ جہاں جبر ہو وہ صدقہ نہیں۔ جہاں اصطلاحی صدقہ ہو' وہاں جبر نہیں ہوسکتا۔

۸...اسی طرح اجارہ اور مروجہ بینکوں کے دیگر عقود میں "سیکورٹی ڈپازٹ" کی قانونِ شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اصطلاحی شرکۃ ومضاربۃ، اجارہ، مرابحہ وغیرہ یہ سب امانات کے قبیل سے ہیں نہ کہ ضمانات کے قبیل سے، جبکہ سیکورٹی (رہن) صرف ضمانات پہ لی جاسکتی ہے' وہ بھی سیکورٹی (رہن) کے احکام کے مطابق۔ جبکہ ہمارے اسلامی بینکوں میں رائج سیکورٹی نہ رہن ہے نہ قرض ہے نہ امانت ہے۔ بلکہ دوسرے کے مال سے

فائدہ اُٹھانے کے لئے خلاف شرع حیلہ اور بہانہ اور تلفیق بھی ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے۔

۹…مروجہ اسلامی بینک "شرکت و مضاربت" کو اصلی حقیقی بنیادیں تسلیم کرلینے کے باوجود وہ بھی ان اصلی بنیادوں پر سرمایہ کاری بھی نہیں کررہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرکت و مضاربت کا تناسب، اجارہ و مرابحہ کے مقابلے میں ایک سروے اور محتاط اندازے کے مطابق زیادہ سے زیادہ صرف پندرہ سے بیس فیصد ہے، بالفرض اگر پچاس فیصد بھی مان لیا جائے تو "ما اجتمع حلال و حرام الا غلب الحرام الحلال" (حلال و حرام جب بھی جمع ہوئے حرام حلال پر غالب رہا) کے پیش نظر' نیز احوال واقعی کے مطابق سرمایہ کاری کے حلال طریقے قلیل کالمعدوم ہوں، اور غیر شرعی طریقوں کا عنصر زیادہ ہو تو ایسا ملغوبہ طریقۂ تمویل غیر شرعی ہی کہلاتا ہے۔ اس لئے مروجہ اسلامی بینکوں کے طریقۂ تمویل کو شرعاً جائز کہنے کی کوئی اصولی گنجائش موجود نہیں' اس کے باوجود اسے جائز کہا جاتا ہے اور اس کا جواز جتلایا بھی جاتا ہے۔

۱۰…مروجہ مشارکہ و مضاربہ میں خلاف شرع معاہدات طے ہوتے ہیں، مثلاً ایک اسلامی بینک میں اکاونٹ کھلوانے والے کو جو فارم پُر کرنا پڑتا ہے اس میں بینک کی شرائط، پالیسی اور بینک سے متعلق وہ سارے قوانین و اعلانات بلا تفصیل ماننے ہوں گے جو بینک کرے گا۔ نیز جو قواعد اور اعلانات "بینک دولت آف پاکستان" جاری کرے' اس کی پابندی کا عہد بھی لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلامی بینک کے اعلانات اور پالیسیاں بدلتے رہتے ہیں، یکساں نہیں ہوتے۔ ایسے مجہول اور غیر معلوم اعلانات کا گاہک کو پیشگی معاہدے کے ذریعہ پابند بنانا شرعاً جائز نہیں اور مجہول و غیر معلوم شرائط اور ذمہ داریوں والا معاملہ شرعاً فاسد کہلاتا ہے نہ کہ صحیح اور جائز۔

۱۱…اسی طرح مسلمان گاہک کو "بینک دولت آف پاکستان" کے اعلانات اور پالیسیوں کا پابند بنانا بھی بالکل ناجائز ہے' کیونکہ اسٹیٹ بینک کا غیر اسلامی مزاج اور شرعی احکام کی خلاف ورزی کا معاملہ سورج کی طرح واضح ہے۔

فائدہ:

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ "بینک دولت آف پاکستان" نے اسلامی بینکوں کو اپنی پالیسیاں، اسلام کے مطابق بنانے اور سرمایہ کاری کرنے کے لئے تحریری اور قانونی طور پر کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ اگر اسٹیٹ بینک کے غیر اسلامی مزاج سے قطع نظر ہم ان حضرات کی اس بات کو تسلیم کرلیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے مروجہ اسلامی بینک اپنی اصلی اور حقیقی بنیادوں پر سرمایہ کاری کرنے کے لئے عملاً و قانوناً آزاد ہونے کے باوجود اسلامی بینکاری کی اصلی بنیادوں یعنی "مشارکہ و مضاربہ" کی بنیاد پر سرمایہ کاری کو قصداً و عمداً وُسعت نہیں دے رہے۔ اگر "بینک دولت آف پاکستان" کی طرف سے رکاوٹ بننے کا عذر ہوتا تو بھی کسی حد تک اسلامی بینکاروں کو مجبور تسلیم کرنے کی گنجائش ہوسکتی تھی، جیسا کہ اب تک بعض علمائے امت اس مجبوری کے پیش نظر خاموش انتظار کرتے رہے ہیں۔

۱۲…مضاربہ میں کھاتہ دار "رب المال" اور بینک "مضارِب" ہوتا ہے، مال مضاربت میں بینک کا حصہ شرعاً صرف اور صرف حاصل شدہ نفع کی طے شدہ شرح ہے، اس کے علاوہ بینک کے لئے شرعاً اپنے ذاتی انتظامی اخراجات کی مد میں رقم لینا، اسی طرح مختلف فیسیں لینا یا کسی قسم کا معاوضہ اور الاونس، مال مضاربت سے منہا کرنا ناجائز ہے۔ مگر اسلامی بینک مضاربہ فیس وغیرہ وصول کرتے ہیں۔ اس کے باوجود مروجہ بینکوں کو اسلامی کہا جاتا ہے جو کہ خلافِ اسلام کو اسلام کہنے کے مترادف ہے۔

۱۳…شرکت و مضاربت میں منافع کی تقسیم کا مجوزہ طریقۂ کار بھی، اسلامی تقاضے پورے نہیں کرتا' بلکہ منافع کی حقیقی شرح کے بجائے روزانہ پیداوار کی بنیاد پر یا "وزن" دینے کے نام سے فرضی اور تخمینی شرح طے اور ادا کی جاتی ہے جو کہ شرکت و مضاربت کے اساسی اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔

۱۴…شرکت متناقصہ شرعی اعتبار سے ممنوع مکاسب اور ناجائز بیوع کے زمرے میں داخل ہے۔ اس عقد میں صفقۃ فی صفقۃ (معاملہ در معاملہ) "بیع و شرط" اور "بیع ثنیا" جیسی متعدد خرابیاں پائی جاتی ہیں' اس لئے ناجائز ہے۔ مگر اس کے باوجود ان نصوص شرعیہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شرکتِ متناقصہ کا جواز بیان فرمایا گیا اور اسلامی بینکوں نے اسے ذریعۂ تمویل کا اہم ستون بنایا ہوا ہے۔ شرکت متناقصہ کو اسلامی استقرائی طریقۂ تمویل کہنے کی بجائے خلاف اسلام کہنا علماء کا فرض منصبی تھا، مگر بعض لوگوں نے اپنے اس فرض سے قصداً غفلت برتی ہے۔

واضح رہے کہ شریعت اسلامیہ اور فقہ اسلامی کے ماہرین کی امانت دیانت اور تدین و تقویٰ اس بات پر "گواہ" ہے کہ فقہ اسلامی کے ذکر کردہ واضح احکام ایسے ہیں کہ ان کو رد کرنے کے لئے کوشش کرنا یا کسی قسم کی تاویل کرنا، تاویل فاسد کے زمرے میں آتا ہے، بلکہ یہ نصوص شرعیہ کے ساتھ کھیل اور مذاق ہے۔

۱۵…مروجہ اسلامی بینکوں میں شخص قانونی (JuristicPerson) اور اس کی محدود ذمہ داری کا ظالمانہ، غیر منصفانہ، اور استحصالی تصور بھی کارفرما ہے، بلکہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ شخص قانونی اور اس کی محدود ذمہ داری کا تصور، بینک (شخص قانونی) اور اس کے اعضاء و جوارح کو غیر محدود نفع پہنچانے اور نقصان کی بھاری ذمہ داریوں سے بچانے کے لئے ناروا اور خلاف شرع تصور ہے، اس تصور میں شخص قانونی کے اعضاء و جوارح کے لئے بہترین فائدہ اور دائنین کا بدترین استحصال پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جب تک منافع کی ریل پیل ہو، بے جان "شخص قانونی" حقیقی انسان سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور جب نقصان اُٹھانے کی نوبت آجائے تو شخص قانونی محدود ذمہ داری کا کفن پہن کر موت کے کنویں میں اُتر جاتا ہے۔ اس تصور کے خلافِ اسلام ہونے کے علاوہ اس میں انسانیت کی توہین بھی ہے۔ کیونکہ یہاں حقیقی انسان کو فرضی انسان کا نوکر چاکر بنانا لازم آتا ہے۔ اس کے باوجود اس غیر اسلامی تصور کو اسلامی ثابت فرمانے کے لئے بے پناہ "علمی بحثیں" صرف فرمائی گئی ہیں اور اس رائے پر ایسے استدلالات کیے گئے ہیں جن کی اصولاً گنجائش ہر گز نہیں تھی۔

۱۶…مروجہ اسلامی بینکاری کے مجوزین اور وابستگان خود اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ مروجہ اسلامی بینکوں کے معاملات خالص غیر سودی حلال اور جائز نہیں ہیں' بلکہ بعض معاملات جائز اور بعض ناجائز بھی ہیں۔ ایسے معاملات کم از کم مشتبہ تو ضرور ہوتے ہیں۔ ایسے معاملات پر اصول شریعت کے مطابق بالاتفاق جواز اور حلت کے بجائے، عدم جواز اور عدم حلت کا حکم لگایا جاتا ہے، یعنی اگر بالفرض مروجہ اسلامی بینکوں کے بعض معاملات کو جائز تسلیم کرلیا جائے تو بھی مطلق جواز بیان کرنے کی گنجائش نہیں نکل سکتی، چنانچہ ایسے معاملات کے بارے میں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا ایک فتویٰ بطور نمونہ ملاحظہ ہو جو انہوں نے "غیر سودی کاونٹروں" کے حکم کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے۔ "اس تجزیے سے یہ بات واضح ہوئی کہ فی الحال ان "غیر سُودی کاونٹروں" کا کاروبار جائز اور ناجائز معاملات سے مخلوط ہے، اور اس کا کچھ حصہ مشتبہ ہے۔ لہٰذا جب تک ان خامیوں کی اصلاح نہ ہو، اس سے حاصل ہونے والے منافع کو کلی طور پر حلال نہیں کہا جاسکتا، اور مسلمانوں کو ایسے کاروبار میں حصہ لینا درست نہیں۔"

(فقہی مقالات: ۲/۲۶۴ط: میمن پبلیشرز)

اس فتویٰ کی رو سے یہ معلوم ہوا کہ ایسے معاملات کو جواز کے محدود عنصر پر مشتمل ہونے کے باوجود جائز کہنے یا جائز بتانے اور معمول بنانے کی گنجائش شرعاً نہیں ہوا کرتی، اور مسلمانوں کے لئے ایسے معاملات میں حصہ لینا جائز نہیں

ہوتا' مگر مروجہ اسلامی بینکوں کے معاملات کو اس کے باوجود جائز کہا اور جتلایا جاتا ہے ۔

حاصل یہ کہ مروجہ اسلامی بینکاری کے جو تخیلاتی خاکے "اسلامی بینکینگ " کے مجوزین علماء کرام نے وضع کیئے ہیں وہ خاکے بھی خلاف شرع ہیں ان خاکوں میں اسلامی رنگ کی بجائے روایتی بینکاری کا رنگ ہی نمایاں ہے ،اوران خاکوں میں کئی شرعی نقائص بھی پائے جاتے ہیں، اس پر مستزادیہ کہ ہمارے ان بینکوں کا عملی طریقہ کاران فرضی تخیلاتی خاکوں کے مطابق بھی نہیں ہے ،اس لیئے ان مروجہ اسلامی بینکوں کو اسلامی بینک کہنا بھی جائز نہیں، کیونکہ زیادہ سے زیادہ مروجہ اجارہ ومرابحہ کے حیلوں کی وجہ سے "حیلہ بینک "کہہ سکتے ہیں، اور حیلہ الگ چیز ہے اور حقیقت اسلام الگ چیز ہے ۔

چنانچہ انہی وجوہات کی بناء پر مروجہ اسلامی بینکاری کی بابت ملک کے جمہور علمائے کرام اور مفتیان کرام کا متفقہ فتویٰ یہ ہے :

"گذشتہ چند سالوں سے بعض اسلامی شرعی اصطلاحات کے نام سے رائج ہونے والی بینکاری کے معاملات کا قرآن وسنت کی روشنی میں ایک عرصے سے جائزہ لیا جارہا تھا اوران بینکوں کے کاغذات ، فارم اوراصولوں پر غورو خوص کے ساتھ ساتھ اکابر فقہاء کی تحریروں سے بھی استفادہ کیا جاتا رہا ۔ بالاخراس سلسلے میں حتمی فیصلے کے لیئے چاروں صوبوں کے علمائے کرام کا ایک اجلاس مؤرخہ ۲۸ اگست ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۵ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بروز جمعرات شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے زیر صدارت جامعہ فاروقیہ کراچی میں منعقد ہوا ۔ اجلاس میں شریک مفتیانِ عظام نے متفقہ طور پر فتویٰ دیا کہ اسلام کی طرف منسوب مروجہ بینکاری قطعی غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے ، لہٰذا ان بینکوں کے ساتھ اسلامی یا شرعی سمجھ کر جو معاملات کیئے جاتے ہیں وہ ناجائز اور حرام ہیں ۔ .... اوران کا حکم دیگر سودی بینکوں کی طرح ہے ۔"

بایں معنیٰ اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو چکی کہ مروجہ اسلامی بینکاری ہے اور لوگ اسے اسلامی بینکاری سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ معاملات کررہے ہیں ، اس لیئے علماء امت مروجہ اسلامی بینکاری کو روایتی بینکاری کے مقابلے میں مسلمانوں کے حق میں زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں ، اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی ناجائز اور خلاف شرع معاملے کو ناجائز سمجھتے ہوئے کرنا کم درجہ کا جرم ہے اوراسے جائز سمجھتے ہوئے کرنا بڑے درجے کا جرم ہے ، روایتی بینکار، سودی معاملات کرتے ہیں مگر سودی معاملات سمجھتے ہوئے ، جبکہ مروجہ سلامی بینکار انہی جیسے سودی معاملات اور خلاف شرع معاملات کو غیر سودی اور شرعی سمجھتے ہوئے کررہے ہوتے ہیں، اور یہ پہلے کی بنسبت ایمان اور آخرت کے اعتبار سے زیادہ خطرناک ہے ، کیونکہ روایتی بینکار مسلمان خود کو شرعی مجرم اور گنہگار سمجھتے ہوئے اپنے ناجائز اور سودی معاملات کی معافی کے لیئے توبہ کے دروازے تک پہنچ سکتا ہے ، اسے توبہ کی توفیق مل سکتی ہے 'جبکہ مروجہ اسلامی بینکاری میں اپنے خلاف شرع معاملات پر نہ توبہ کا داعیہ پیدا ہوگا ، اور نہ ہی توبہ کی توفیق میسر آسکتی ہے ، کیونکہ وہ اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا ، اللہ تعالیٰ توبہ اور مغفرت سے اسی کو نوازتے ہیں جو محتاج بن کر اللہ کی طرف متوجہ ہو ،

اس لیئے مسلمانوں پر واجب اور لازم ہے کہ دیگر حرام اور خلاف شرع امور کی طرح اسلام کی طرف منسوب مروجہ اسلامی بینکاری سے بچنے کا بھی بھرپور اہتمام کریں ۔ اور اپنے سابقہ معاملات پر توبہ واستغفار کریں ۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے ۔

ھذا ما عندي واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

کتاب الصلاۃ جلد 1